رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت معروضہ فوق دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے
عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ وشرعیہ مشتمل ست
بر مقاصد ومبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج بتدریج منشور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۹

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی ومذکر ست رہبر مجلس ونادی
ومسکن ست برائے ہر جائع وصادی بصورت تجزیہ رسالۃ الانوار محمدی وتسہیل المواعظ
وحل اشتباہات وکلید مثنوی وتشرف والنخب ومثال عبرت وسیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست
از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باوارۂ محمد عثمان عفا عنہ رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندگانور برصد ورصیگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

رات کو اُٹھنے کے لئے قوت حاصل کرو اسکو ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے سب نے زمعہ بن صالح کے واسطہ سے سلمہ سے (جو وہرام کے بیٹے ہیں) عکرمہ سے ابن عباس سے روایت کیا ہے مگر ابن خزیمہ کی روایت میں لفظ قیلولۃ النہار آیا ہے (جس سے معنی میں کچھ تفاوت نہیں ہوتا ۱۲) **ف** مطلب یہ ہے کہ سحری کہاؤ اس سے دن کو روزہ رکہنے میں سہولت و قوت ہوگی اور دوپہر کو سویا کرو اس سے رات کو اُٹھنے میں آسانی ہوگی۔

(۸) عبداللہ بن حارث ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری کہا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے اسکو مت چھوڑنا۔ اِس حدیث کو نسائی نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(۹) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص جتنا بھی کہالیں اُن سے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ حساب (اور مواخذہ) نہوگا۔ بشرطیکہ کہانا حلال ہو (حرام و مشتبہ نہو) (۱) روزہ دار (افطار کے وقت) (۲) سحری کہانے والا (۳) اللہ کے راستہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا اسکو بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے **ف**. بعض حضرات صوفیہ نے جن پر فلسفیت غالب ہے یہ لکھدیا ہے کہ روزہ کی روح تقلیل طعام ہے یعنی رمضان میں دوسرے دنوں سے غذا کم کہانا تو جو شخص رمضان میں اور دنوں کے برابر یا اُس سے بھی زیادہ کہاتا ہے اُس نے روزہ کی روح کو باطل کردیا۔

حضرت حکیم الامۃ نے چند مواعظ میں اِس قول کو رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ افطار و سحری میں زیادہ کہانے سے روح صوم ہرگز باطل نہیں ہوتی اگر اس سے روح صوم کو کچھ بھی نقصان پہونچتا تو شارع علیہ السلام ضرور اس پر تنبیہ فرماتے جیسی آپ نے دوسری باتوں پر تنبیہ فرمائی ہے جن سے روح صوم کو نقصان پہونچتا تہا چنانچہ

ارشاد ہے کہ اگر روزہ دار کو کوئی گالی دے یا اُس سے لڑنا چاہے تو اُس سے یوں کہدے کہ میرا روزہ ہے (یعنی روزہ دار کو روزہ میں گالی دینا اور لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیئے)۔

نیز ارشاد ہے کہ جو شخص روزہ میں بیہودہ باتیں اور بیہودہ کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر زیادہ کھانے سے کسی حدیث میں روزہ دار کو منع نہیں کیا گیا۔ پس اسکو مبطل روح صوم کہنا غلط ہے ۱۲ ف

میں کہتا ہوں بلکہ اس حدیث میں تو روزہ دار کو افطار و سحری میں زیادہ کھا لینے کی اجازت دی گئی ہے۔ بشرطیکہ غذا حلال ہو اگر اس سے روح صوم باطل ہوتی تو شارع علیہ السلام ہرگز اسکی اجازت نہ دیتے اور گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر صوفیہ کی رائے سے اولیٰ و افضل ہے کیونکہ حدیث ضعیف انسانوں کی رائے سے مقدم ہے جبکہ موضوع نہو اور علامہ منذری نے ترغیب و ترہیب میں احادیث موضوعہ سے بچنے کا التزام فرمایا ہے جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے ۱۲ ۹۸

(۱۰) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کا کھانا سب کا سب برکت ہی برکت ہے اسکو مت چھوڑنا چاہیے ایک گھونٹ پانی ہی کا پی لیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے سحری کھانے والوں پر خاص رحمت نازل فرماتے اور انکو دعا دیتے ہیں اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند قوی ہے۔ **ف** اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو سحری کے وقت بھوک نہو وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی پی لے تو سحری کی فضیلت سے محروم نہ رہے گا اور پان کھا لینا بھی یا دودہ پی لینا بھی اسی کے حکم میں ہے۔

(۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو چاہے پانی کے ایک گھونٹ ہی سے ہو اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۱۲) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوارہ (ہی کھا لینا) اچھی سحری ہے اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرمائے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

(۱۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوارہ (ہی) مسلمان کی عمدہ سحری ہے اسکو ابوداؤد نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ زیادہ نہ کھا سکے تو چھوارہ کھا لینا ہی کافی ہے یا مطلب یہ ہے کہ سحری میں چھوارہ کھانا بہت اچھا ہے کیونکہ اِس سے قوت زیادہ آتی ہے **ف** سحر وہ کھانا ہے جو سدس لیل آخر میں کھایا جائے یعنی رات کے آخری چھٹے حصے میں پس جو لوگ عشار کے بعد یا آدھی رات کو سحری کھا لیتے ہیں اُن کو سحری کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی پس جس زمانہ میں غروب شمس کے بعد سے طلوع صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں اُس زمانہ میں سحری کا وقت وہ ہے جبکہ صبح صادق ہونے میں دو گھنٹے باقی ہوں اِسی پر سب زمانوں کا حساب کر لیا جائے۔

99

ف۔ سوال۔ سحری کھانے کی اس قدر فضیلت کیوں ہے جبکہ پوری خوراک کھانا ہی شرط نہیں بلکہ ایک گھونٹ پانی اور ایک چھوارہ سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب۔ اسکی فضیلت کے جو وجوہ میری سمجھ میں آئے ہیں وہ عرض کرتا ہوں (۱) یہ کہ اِس میں اہل کتاب کے روزہ سے امتیاز ہے کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اہل کتاب روزہ کے ساتھ سحری نہیں کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو کفار کی مخالفت عبادت میں محبوب ہے (۲) یہ کہ اِس سے روزہ میں اور نماز و تلاوت و ذکر اللہ میں سہولت و قوت حاصل ہوتی ہے اور طاعات کا شوق و دلجمعی سے ادا ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (۳) یہ کہ سحری کھانے والے کا روزہ ریا سے محفوظ رہتا ہے اور جو سحری نہ کھائے گا اُس کی صورت و حالت ہی سے ہر شخص پہچان لیگا

کہ اس کا آج روزہ ہے جبھی چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ (۴) یہ کہ سحری کہانے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ روزہ کی حالت میں جو ہم کہانے پینے سے رُکے ہُوئے ہیں اِس کا یہ سبب نہیں ہے کہ ہمکو کہانے پینے سے استغنا ہے بلکہ محض حکم کی وجہ سے رُکے ہُوئے ہیں۔ اور اجازت کے وقت میں تو ہم بار بار کہانے پینے کے محتاج ہیں (۵) یہ کہ شروع اسلام میں بعد عشاء کے نیند آجانے کے بعد کہانا پینا اور بیوی کے پاس جانا حرام تہا جب مسلمانوں سے اس حکم کا نباہ نہو سکا تو اللہ تعالی نے حکم سابق کو منسوخ فرمادیا اور صبح صادق تک کہانے پینے کی اجازت دیدی پس اب اسی اجازت پر عمل کرنا اللہ تعالی کو محبوب ہے کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ تعالی کو رخصت پر عمل کرنا ایسا ہی محبوب ہے جیسا گناہوں سے بچنا محبوب ہے واللہ تعالی اعلم۔ باسرار احکامہ وحکمہا ۱۲ مترجم۔

۱۰۰ افطار میں جلدی کرنے اور سحری میں تاخیر کرنے کی ترغیب

(۱) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اُسوقت تک ہمیشہ بہلائی میں رہیں گے جتبک افطار میں جلدی کرتی رہیں اسکو بخاری ومسلم وترمذی نے روایت کیا ہے۔

(۲) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میری سنت پر اُسوقت تک ہمیشہ رہے گی جتبک افطار میں ستاروں (کے نکلنے) کا انتظار نہ کرے اسکو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

(۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو افطار کیں زیادہ جلدی کرے اسکو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے

(۴) یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (۱) افطار میں جلدی کرنا۔ (۲) سحری میں تاخیر کرنا (۳) نماز میں ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو باندھ لینا اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اُسوقت تک ہمیشہ غالب رہے گا جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ (افطار میں) تاخیر کرتے ہیں اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے مگر ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ لوگ ہمیشہ اچھی حالت میں رہیں گے۔

۱۰۱

ف۔ سوال۔ ابن ماجہ کے الفاظ پر تو زیادہ اشکال نہیں مگر دوسری کی روایت میں جو یہ آیا ہے کہ دین اُسوقت تک ہمیشہ غالب رہے گا جبتک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں اسپر یہ اشکال ہے کہ اس فعل کو دین کے غلبہ میں کیا دخل ہے۔

جواب دین کا غلبہ یہ ہے کہ اُس کے خاص امتیازات محفوظ رکھے جائیں اور کفار کی موافقت سے گو ادنی درجہ ہی کی ہو احتراز کیا جائے۔ اور افطار میں جلدی کرنا بھی اسلام کا خاص امتیاز ہے کیونکہ اہل کتاب تاخیر کرتے ہیں تو جبتک مسلمان اس بات کا لحاظ رکھیں گے کہ دین اسلام کے امتیازات محفوظ رہیں اور کفار کی موافقت سے بچتے رہیں اُسوقت تک ظاہر ہے کہ دین غالب رہیگا اور جب وہ اسلام کے خصوصی امتیازات کو مٹانے لگیں اور کفار سے موافقت کرنے لگیں اُسوقت دین مغلوب ہو جائے گا گو اسلام کا نام لینے والے

کم نہوں مگر روح اسلام ان میں کم ہوگی اور احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تعجیل افطار کے متعلق یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے جن کا حاصل یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جبتک مسلمان اسلامی خصوصیات و امتیازات کو ملحوظ رکھیں اور کفار کی موافقت سے بچتے رہیں گے دین غالب رہے گا اور جب وہ انہیں کوتاہی کریں گے دین کا غلبہ کم ہوجائے گا جیسا آجکل کا مشاہدہ ہے وفقنا اللہ وایاکم لاعزاز الدین و احتی ام سنن المرسلین دوسرے یہ کہ افطار میں جلدی کرنا انبیاء و مرسلین کی سنت ہے توجبتک مسلمان اسکے پابند رہیں گے اسوقت تک وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و عادات پر قائم رہیں گے جو غلبۂ دین کا خاص نشان ہے۔

ف افطار میں جلدی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ غروب شمس کا یقین ہوجانے کے بعد دیر نہ کی جائے یہ معنی نہیں کہ غروب شمس کا یقین ہونے سے پہلے افطار کرلیا جائے اسی طرح تاخیر سحور کے معنی یہ ہیں کہ ایسے وقت سحری سے فارغ ہوجائے کہ اُس کے بعد بھی رات کے باقی رہنے کا پانچ دس منٹ تک یقین ہو کیونکہ روزہ کو شبہ اور خطرہ میں ڈالنا اچھا نہیں۔ ۱۲ مترجم

۱۰۲

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افطار سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا (بلکہ آپ پہلے افطار کرتے اُس کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے ۱۲) چاہے پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیتے اسکو ابو یعلی نے اور ابن خزیمہ وابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

ف بعض صحابہ کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ وہ مغرب کی نماز کے بعد افطار کرتے تھے اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھانا نماز کے بعد کھاتے تھے اور نماز سے پہلے پانی کا ایک گھونٹ یا چھوارہ کا ٹکڑا کھا لیتے تھے جس کی اطلاع راوی کو نہیں ہوئی۔

چھوارہ سے افطار کرنے کی ترغیب اور وہ نہ ملے تو پانی سے

(۱) حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ جب کوئی افطار کرے تو چھوارہ سے افطار کرے کیونکہ وہ برکت کی چیز ہے اگر وہ نہ ملے تو پانی سے کیونکہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اسکو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے ۔

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) پڑھنے سے پہلے چند تازے چھواروں سے افطار فرماتے اگر تازے نہ ملتے تو خشک چھواروں سے اگر وہ بھی نہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے اسکو ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ اور ابو یعلی نے اسکو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین چھواروں سے افطار کرنا پسند فرماتے تھے یا کسی ایسی چیز سے جو آگ سے نہ پکی ہو۔

(۳) حضرت انس رضہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو چھوارہ مل جائے وہ اُسی سے افطار کرے اور جسکو یہ نہ ملے وہ پانی سے افطار کرے کہ وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اسکو ابن خزیمہ نے صحیح میں اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

ف افطار کے وقت لطیف چیز کھانا چاہیئے جن میں سب سے افضل کھجور ہے اُسکے بعد پانی اور جو چیزیں آگ سے پکی ہوں اُن سے افطار نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُن میں لطافت کم ہوجاتی ہے اُنکو بعد میں کھانا چاہیئے ۱۲۔ مترجم

۱۰۳

روزہ دار کو کھانا کھلانے کی ترغیب

(۱) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے اُسکو روزہ دار کی برابر ثواب ملے گا مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھہ کمی نہ کی جائے گی اسکو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے اور ابن حبان و ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے بہی اسکو صحیح کہا ہے۔ ابن خزیمہ و نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص نمازی کا یا حاجی کا سامان تیار کردے یا ان کے گہر والوں کی ان کے پیچھے خبر گیری کرے یا روزہ دار کو افطار کرادے اُسکو ان کی برابر ہی ثواب ملے گا مگر اُن کے ثواب میں کچھہ کمی نہ کیجائے گی۔

(۲) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حلال کہانے پینے کی چیز سے روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اُسکو ملائکہ رمضان کی ساعات میں دعا دیتے ہیں اور شب قدر میں جبریل علیہ السلام بہی اُسکو دعا دیتے ہیں۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابو الشیخ بن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کیا ہے اور اون کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جبریل علیہ السلام شب قدر میں اُس سے مصافحہ کرتے ہیں اتنا اور زیادہ ہے کہ جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اُس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اُس کے آنسو کثرت کے ساتھہ بہنے لگتے ہیں۔ حضرت سلمان کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کے پاس (کہلانے پلانے کو) کچھہ نہو تو فرمایا کہ تہوڑا سا کہانا دیدے میں نے عرض کیا کہ اگر اس کے پاس روٹی کا ایک

۱۰۴

لقمہ ہی ہو فرمایا ایک گھونٹ دودھ ہی کا پلادے میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو فرمایا ایک گھونٹ پانی ہی پلادے۔

(۳) اور حضرت سلمان کی ایک روایت پہلے گذر چکی ہے جسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اُس کے گناہوں کی مغفرت ہوجائے گی اور ایک غلام آزاد کرنیکا ثواب ہوگا۔ اور اسکو روزہ دار کی برابر ثواب ملے گا مگر اُس کے ثواب سے کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر شخص کو تو اتنی وسعت نہیں کہ روزہ دار کو افطار کراسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب تو اُس شخص کو دیتے ہیں جو روزہ دار کو افطار کے وقت ایک چھوارہ کھلادے یا پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ پلادے۔ الحدیث (اور جو پیٹ بھر کر کھانا کھلادے اور اچھی طرح اسکو سیراب کردے اسکے ثواب کا کیا پوچھنا ـ ـ)

۱۰۵

روزہ دار کے ثواب کا بیان جبکہ اُس کے سامنے دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہوں

(۱) ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) اُن کے پاس تشریف لائے تو اُنہوں نے آپ کے سامنے کھانا پیش کیا حضور نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں تو آج روزہ سے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہیں تو فرشتے اسپر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ پیٹ بھر کر کھالیں اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ وابن حبان نے بھی صحیح میں روایت

کیا ہے اور ترمذی نے اِس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور اُنکی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ روزہ دار کے سامنے جب روزہ خور کہاتے (پیتے) ہیں فرشتے اُسپر رحمتیں نازل کرتے ہیں۔

ف مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی ننہیال تہی اسلئے بعض مستورات آپ کی خالہ اور نانی ہوتی تہیں جن سے شرعًا پردہ تہا اور بعض واقعات مستورات کے سامنے آنے کے نزول حجاب سے پہلے کے ہیں پس یہاں دونوں احتمال ہیں یا تو واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے یا صحابیہ حضور سے ننہیالی قرابت رکہتی تہیں۔ حضرت ام عمارہ انصاریہ بڑے درجہ کی صحابیہ ہیں بیعت عقبہ میں شریک ہوئیں جنگ بدر میں بہی اسلامی لشکر کے ساتہ تہیں جنگ احد میں جب تک مسلمانوں کا غلبہ رہا لشکر اسلام کو پانی پلاتی رہیں جب جنگ کا نقشہ بدلا اور بہت سے مسلمانوں کے پیر اکہڑ گئے تو یہ تلوار اور تیر کمان لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے لگیں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ غزوہ احد میں دائیں بائیں جس طرف بہی میں نے نظر اٹہائی ام عمارہ کو ہر طرف کفار سے لڑتا ہوا دیکہا وہ میری حفاظت کے لئے ہر طرف سے اُن کے حملہ کو روکتی تہیں جزاہا اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا وفدی لرسول اللہ امی وخالتی وعمی وابائی ونفسی ومالیا۔

(۲) سلیمان بن بُریدہ اپنے باپ (حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دِن حضرت بلال رضؓ سے فرمایا کہ اے بلال آؤ کہانا کہاؤ اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو روزہ سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تو اپنی روزی کہا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں جمع ہو رہا ہے اے بلال! تمکو خبر بہی ہے روزہ دار کے سامنے جب تک کوئی کہانا کہاتا رہتا ہے اُسکی ہڈیاں تسبیح کرتی رہتی اور فرشتے

۱۰۶

عہ ھذا کلہ من الاصابۃ فصل النساء ۱۲ مترجم۔

اُسکے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اسکو ابن ماجہ اور بیہقی دونوں نے بقیہ سے روایت کیا ہے وہ محمد بن عبدالرحمٰن سے سماع بیان کرتے ہیں وہ سلیمان بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں مگر محمد بن عبدالرحمٰن مجہول ہیں اور بقیہ مدلس ہیں اور مجہول شخص سے تصریح سماع کچھہ مفید نہیں۔

ف۔ پس یہ روایت ضعیف ہے۔ مگر پہلی حدیث اس کے لئے شاہد صحیح ہے۔

روزہ دار کو غیبت اور بیحیائی کی باتیں اور جھوٹ بولنے وغیرہ پر دھمکی

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (روزہ میں) بیہودہ باتیں اور بیہودہ کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالے کو اُسکے بھوکے پیاسے رہنے کی کچھہ پروا نہیں۔ اسکو بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں جو شخص بیہودہ باتیں اور جہالت کی باتیں اور بیہودہ کام اور جہالت کے کام نہ چھوڑے یہی الفاظ نسائی کی ایک روایت میں بھی ہیں۔ اور طبرانی نے صغیر و اوسط میں حضرت انس سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (روزہ میں) بیحیائی اور جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اسکی پروا نہیں کہ وہ کھانا پینا ہی نہ چھوڑے ۔

۱۰۷

ف مقصود یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے روزہ کا ثواب اور نور کم ہوجاتا ہے اسلئے روزہ میں ان سے بہت اہتمام کی ساتھہ بچنا چاہیے یہ مطلب نہیں کہ ان سے نہ بچ سکے تو روزہ ہی نہ رکھے کیونکہ اس صورت میں روزہ نہ رکھنے کا گناہ الگ ہوگا اور غیبت و کذب وغیرہ کا گناہ جدا لازم ہوگا۔ پس شارع علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ جو روزہ رکھے وہ ان امور سے بھی ضرور بچے یہ مقصود نہیں کہ جو ان امور سے نہ بچے

وہ روزہ بھی نہ رکھے خوب سمجھ لو ۱۲- مترجم-

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آدمی کا ہر عمل اُس کے لئے ہے بجز روزہ کے کہ وہ میرا ہے اور میں خود اُس کی جزا دوں گا- روزہ ڈھال ہے پس جب کسی دن کسی کا روزہ ہو تو بیحیائی اور شور وشغب نہ کرے اگر کوئی اِس سے گالم گلوچ ہو یا لڑنے لگے تو اس سے کہدینا چاہیئے کہ میں روزہ سے ہوں میں روزے سے ہوں (میں لڑنا جھگڑنا نہیں چاہتا) الحدیث اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اُنہی کے الفاظ ہیں- اور مسلم- ابوداؤد- ترمذی- نسائی- ابن ماجہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور یہ حدیث تمام طرق کے ساتھ پہلے گذر چکی اور اِس کے الفاظ کی شرح بھی بیان ہو چکی ہے-

(۳) ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ روزہ ڈھال ہے جتبک اسکو پھاڑا نہ جائے اسکو نسائی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے (سنن میں) اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ سے اُس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ روزہ کو کس طرح پھاڑا جاتا ہے حضور نے فرمایا جھوٹ یا غیبت سے-

۱۰۸

ف اس میں اُس نقصان کی تصریح ہو گئی جس کا اوپر ذکر تھا کہ روزہ جو جہنم سے بچنے کے لئے مضبوط ڈھال ہے جھوٹ اور غیبت وغیرہ کرنے سے وہ مضبوط ڈھال نہیں رہتا بلکہ پھٹی ہوئی ڈھال کے مشابہ ہو جاتا ہے جو کسی درجہ میں تو کار آمد ہے مگر پوری کار آمد نہیں-

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ فقط کھانے پینے سے (رک جانے کا نام) نہیں ہے بلکہ روزہ بیہودہ کام اور بیحیائی کے کاموں سے (رُکنے کا نام) ہے- پس اگر

کوئی تم سے روزہ میں اگالم گلوچ یا تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو اُس سے کہدو
میں روزہ سے ہوں میں روزہ سے ہوں اسکو ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح
میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے ابن خزیمہ
کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ ہی سے مرفوعاً اِس طرح وارد ہے کہ روزہ
میں تم کسیکو گالی نہ دیا کرو اور اگر کوئی دوسرا تمکو گالی دے تو اُس سے کہدو میرا
روزہ ہے اور اگر تم اُسوقت کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ (تاکہ غصہ کم ہو جائے ۱۲)

(۵) حضرت ابوہریرہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بعض روزہ دار ایسے ہیں جنکو روزہ سے بجز بھوکا رہنے کے اور کچھہ نہیں ملتا
اور بعض تہجد گذار ایسے ہیں جنکو تہجد سے بجز جاگنے کے کچھہ نہیں ملتا اسکو ابن ماجہ نے
روایت کیا ہے اور یہ الفاظ اُن ہی کے ہیں اور نسائی نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں
اور حاکم نے بھی مستدرک میں اسکو روایت کیا ہے اور شرط بخاری پر صحیح کہا ہے
ابن خزیمہ و حاکم کے الفاظ یہ ہیں کہ بعض روزہ داروں کا حصہ روزہ میں بھوک
اور پیاس کے سوا کچھہ نہیں ہوتا۔ اور بعضے تہجد گذاروں کا حصہ تہجد میں بجز بیداری
کے کچھہ نہیں ہوتا بیہقی نے بھی انہی الفاظ سے اسکو روایت کیا ہے اور طبرانی
نے کبیر میں عبداللہ بن عمر سے بھی مرفوعاً اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔

ف۔ سوال۔ تہجد تو ہر تہجد پڑھنے والا تنہا ایسی حالت میں پڑھتا ہے
جب دوسرے سوتے ہوتے ہیں اُسکو کسی کی غیبت و شکایت کا یا جھوٹ بولنے کا
موقع ہی نہیں ملتا پھر اس کا تہجد کس طرح برباد ہوتا ہے۔

جواب۔ تہجد کی بربادی یہ ہے کہ تہجد پڑھکر اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے یا دوسروں
کو حقیر جاننے لگے۔ یا صبح کو لوگوں کے سامنے اپنے تہجد کا حال بیان کرنے لگے کہ
رات میں بہت سویرے اٹھا تھا۔ پھر صبح تک نہیں سویا یا تہجد میں رات بہت
مزہ آیا بڑے انوار نظر آئے۔ سو ایسی باتیں بنانا ریاکاری ہے۔ جس سے تہجد کا
ثواب برباد ہو جاتا ہے۔ اسیطرح اور بھی بعض اسباب ہیں جن پر صوفیہ نے متنبہ

۱۰۹

فرمایا ہے ۱۲ مترجم

(۶) حضرت عبید سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا اور ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں روزہ سے ہیں جو پیاس کی وجہ سے مری جارہی ہیں حضور نے اس کے جواب سے اعراض کیا یا سکوت کیا پھر وہ دوبارہ آیا غالباً دوپہر کے وقت اور کہا یا رسول اللہ وہ تو مرگئی ہیں یا مرنے والی ہیں حضور نے فرمایا اُن کو یہاں بلاؤ چنانچہ وہ آئیں اور ایک بڑا پیالہ منگایا گیا پھر حضور نے ایک عورت سے فرمایا کہ قے کر تو اس کی قے میں راد لہو اور کچ لہو اور گوشت اتنا نکلا کہ آدھا پیالہ بھر گیا پھر دوسری عورت سے کہا کہ تو بھی قے کر اس نے قے کی تو راد اور لہو اور کچ لہو اور تازہ گوشت وغیرہ اتنا نکلا کہ پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ان دونوں نے اُن چیزوں سے تو روزہ رکھا جو اللہ تعالیٰ نے (دوسرے وقت میں) ان کے لئے حلال کی ہیں اور اُن چیزوں سے افطار کیا جو (ہر حالت میں) اپنر حرام کی گئیں ہیں (یعنی) دونوں نے باہم ملکر لوگوں کا گوشت کھانا شروع کیا (یعنی غیبت کی) اسکو امام احمد نے روایت کیا اور الفاظ اُنہی کے ہیں اور ابن ابی الدنیا اور ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے مگر سب سندوں میں ایک راوی کا نام نہیں بتایا گیا جو حضرت عبید سے روایت کرنیوالا ہے اور ابو داؤد طیالسی نے اور ابن ابی الدنیا نے ذم غیبت میں اور بیہقی نے حضرت انس سے بھی اسکو روایت کیا ہے جو غیبت کے بیان میں انشاء اللہ آئے گا۔

110

ف تعدد طرق سے ضعیف کو قوت ہو جاتی ہے اسلئے یہ حدیث زیادہ ضعیف نہ رہی خصوصاً جبکہ تابعی کا مجہول ہونا حنفیہ کے نزدیک مضر نہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ میں بھوک پیاس کی تکلیف زیادہ اُسی کو ہوتی ہے جو غیبت وجھوٹ وغیرہ سے پرہیز نہ کرے اور جو شخص گناہوں سے روزہ کی حفاظت رکھے

عہ قال المنذری العس بضم العین وتشدید السین المہملتین ھو القدح العظیم والعبیط بفتح العین المہملۃ بعدھا باء موحدۃ ثم یاء مثناۃ تحت وطاء مہملۃ ھو الطری ۱۲ منہ

اُسکو روزہ میں بھوک پیاس زیادہ نہیں ستاتی پس جو لوگ روزہ میں بھوک پیاس کا اندیشہ کرتے ہیں وہ اس نسخہ پر عمل کر کے دیکھیں انشاء اللہ روزہ بہت آسان ہو جائیگا

اعتکاف کی ترغیب

(۱) امام علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے والد (ماجد امام حسین رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف میں دس دن کا اعتکاف کیا اُسکو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب ملیگا اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں معتکف تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا ابن عباس نے فرمایا کہ اے شخص میں تجھے غمزدہ پریشان دیکھ رہا ہوں (کیا بات ہے) اُس نے عرض کیا ہاں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی فلانے کا میرے ذمہ حق والا ہے اور اس قبر والے[۱] کی عزت کی قسم میں اُس کے ادا پر قادر نہیں۔ ابن عباس نے فرمایا تو کیا میں اُس سے تمہاری سفارش نہ کر دوں۔؟ اُس نے عرض کیا اگر آپ کا دل چاہے (تو کچھ فرما دیجئے) حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ سنکر جوتے پہنے اور مسجد سے باہر نکل آئے تو وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ اپنی وہ حالت بھول گئے جس میں آپ ابتک تھے یعنی کیا آپ کو اپنا اعتکاف یاد نہیں رہا جو مسجد سے باہر چلے آئے۔ فرمایا میں بھولا نہیں۔ لیکن میں نے اِس قبر والے سے سُنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا یہ کہہ کر حضرت ابن عباس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے" آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور اُس میں

[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ ہے ۱۲ مترجم

کوشش کرے تو یہ اُس کے واسطے دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور اعتکاف کی شان یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایک دن کا بھی اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کی آڑ کر دیتے ہیں جو آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ دراز ہوں گی اسکو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بیہقی کے ہیں اور حاکم نے اسکو مختصراً روایت کیا اور اسکی سند کو صحیح بتلایا ہے کذا قال۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی حدیثیں تو صحاح وغیرہ میں مشہور و معلوم ہیں جو ہماری کتاب کے موضوع سے خارج ہیں (اسلئے یہاں اُن کو بیان نہیں کیا کیونکہ اُن میں ترغیبی و ترہیبی مضامین نہیں ہیں ۱۲ مترجم)

ف اس حدیث سے خدمت خلق اللہ کی جسقدر فضیلت ظاہر ہو رہی ہے محتاج بیان نہیں اسی لئے ابن عباس نے مسلمان کی حاجت روائی کے لئے اعتکاف کے ٹوٹ جانے کی بھی پرواہ نہ کی کیونکہ اعانت مسلم اس سے بھی افضل تھی ۱۲

۱۱۲

صدقۃ الفطر کی ترغیب

اور اوسکی

تاکید کا بیان

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو فرض کیا ہے روزہ دار کی پاکی کے لئے لغویات اور بیحیائی کی باتوں سے (جو روزہ میں سرزد ہو گئی ہوں) اور مساکین کی امداد کے لئے تو جو شخص اُسکو نماز (عید) سے پہلے ادا کر دے وہ تو مقبول صدقہ ہے اور

ــه جس میں اس شخص کا آنا اور اپنا قصہ بیان کرنا اور عبداللہ بن عباس کا اسکی سفارش کیلئے جانا مذکور نہیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

کام بھی کیا کرتو وہ ہرگز منظور نکرے گا اور عذر کردیگا اسی طرح اور بہت سے کام ایسے نکلیں گے
جن میں نوکر کی جانب سے عذر ہوگا بلکہ اولاد بھی جبپر نوکر سے زیادہ قبضہ ہوتا ہے بعض
کاموں میں انکار کردیتی ہے۔ ہمارے ایک دوست کا واقعہ ہے جو خاندانی سید اور
بڑے گھرانہ کے ہیں اونہوں نے ایک مرتبہ جبکہ سقوں نے کسی بات پر پانی بھرنا چھوڑ دیا
اپنے لڑکے کو کہا کہ بھائی سقوں نے تو پانی بھرنے سے جواب دیدیا ہے محلہ والوں کو سخت
تکلیف ہوتی ہے تم ہی لوگوں کے ہاں پانی بھر آیا کرو۔ وہ لڑکا اسپر بہت خفا ہوا تو دیکھو
بعض کاموں سے اولاد بھی انکار کر دیتی ہے لیکن غلام کسی کام سے انکار نہیں کرسکتا
کیونکہ اس کا کوئی خاص مقرر کام نہیں ہوتا بلکہ اوسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک وقت
آقا کی جگہ پر کام کرتا ہے اور زرق برق لباس میں ہوتا ہے اور دوسرے وقت آقا کے
ناپاک کپڑوں کو صاف کرتا ہے ایک وقت بھنگی کا کام کرتا ہے تو دوسرے وقت سفیر کا
کام کرتاہے پس غلام نوکر بھی ہے مہتر بھی ہے سفیر بھی ہے خلیفہ بھی ہے۔ پس انسان اور جن تو مثل
غلام کے ہیں اور دوسری مخلوق مثل نوکر کے ہے اور یہی وجہ ہے کہ دوسری مخلوق
کی عبادت کو پاکی بیان کرنے اور سجدہ کرنے کے نام سے یاد کیا اور انسان اور جن کے
کام کو عبادت کا لقب دیا۔ اور جب انسان اور جن بندے اور غلام ہیں تو اونکی کوئی خاص
خدمت نہ ہوگی بلکہ ان کے لئے ایک وقت نماز روزہ کرنا عبادت ہوگا تو دوسرے وقت
سونا اور حاجت پوری کرنا اور لوگوں سے ملنا اور اسیطرح کے کام عبادت ہوں گے۔ حدیث
میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسوقت پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اوسوقت
نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اور اس سے فراغت کرنا واجب ہے دیکھئے ایک وقت
انسان کے لئے ایسا نکلا کہ اسکو مسجد میں جانا حرام اور پاخانہ میں جانا واجب ہوا اسیطرح
اگر کوئی شخص اول وقت نماز پڑھنا چاہے اور اوسکو شدت سے بھوک لگی ہو تو شریعت
حکم کرے گی کہ نماز بعد کو پڑھو اول کھانا کھاؤ اس کے راز کو امام ابو حنیفہؒ نہایت
پاکیزہ الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میرا سارا کھانا نماز ہوجائے یہ اس سے بہتر ہے کہ میری
ساری نماز کھانا بنجائے مطلب یہ ہے کہ جب کھانا اول کھائے گا تو سارے

کھانے میں نماز کا دھیان رہے گا کہ اس سے جلد نمٹوں اور نماز کو جاؤں تو یہ سارا وقت نماز کے انتظار میں گذرا۔ اور نماز کے انتظار میں نماز ہی کا ثواب ملتا ہے تو کل کھانا نماز ہوگیا اور اگر ایسا نہ کیا جاتا بلکہ بھوک میں نماز شروع کردی جاتی تو جسم تو نماز میں ہوتا اور دل کھانے میں پڑا ہوتا۔ تو ساری نماز کھانے کی نذر ہوجاتی اور اسی راز کی وجہ سے ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر جسم ہندوستان میں رہے اور دل مکہ میں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ جسم مکہ میں رہے اور دل ہندوستان میں۔ غرض انسان کے لئے کوئی عبادت مقرر نہیں کیونکہ اوسکی شان غلام کی سی ہے اور جب یہ ہے تو ایک تو وہ شخص ہے کہ نماز پڑھکر کسی دیہاتی سے باتوں میں مشغول ہے اور کھیتی باڑی کا حال پوچھ رہا ہے اور دوسرا شخص لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح میں مشغول ہے تو ظاہر میں یہ دوسرا شخص افضل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن غور کریں تو معلوم ہو کہ اگر پہلے شخص کی نیت اچھی ہے کہ کسی مسافر یا مہمان کا دل خوش کرنا مقصود ہو یا کوئی دوسری ایسی ہی نیت ہو تو یہ باتیں زیادہ افضل اور مقبول ہیں کیونکہ ہر کام اپنے نتیجہ اور فائدہ کے لحاظ سے افضل ہوتا ہے۔ جس کام کا نتیجہ افضل ہے وہ کام بھی افضل ہے تو ہر کام کے نتیجہ اور غرض کو دیکھنا چاہیئے لیکن عام لوگ اسکو نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرتؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا آخر جب بہت دیر ہوگئی تو میں اوٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرتؒ فرمانے لگے کہ مولانا یہ کیا فرمایا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور جس قسم کی جائز باتیں صحابہ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شریک رہتے اگر صحابہ ہنستے تو اون کے ساتھ آپ بھی مسکراتے تو یہ ہے کاملوں کی حالت۔ مگر عام لوگ اسکو کیا سمجھیں۔ عام لوگوں کی پسند پر مجھے ایک حکایت یاد آتی ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب شیخ نہال احمد صاحب رئیس دیوبند نے اپنے

افضل ہونے کی تحقیق کا معیار

۱۰

حضرت حاجی صاحب کی حکایت

ایک حکایت

بیٹے کا نکاح کیا۔ تو چار دن کو بھی زردہ پلاؤ فیرینی کھلائی۔ اور کھانے تو انہوں نے جس طرح ہوئے کھائے مگر جب فیرینی سامنے آئی تو اسکو چکھ کر ان میں سے ایک شخص کیا کہتا ہے کہ یہ تھوک سا کیا ہے واقعی جس نے ہمیشہ گڑ اور شیرا کھایا ہو وہ کیا جانے کہ قند میں کیا مزہ ہے اور فیرینی کیا ہوتی ہے اسیطرح عام لوگ کاملوں کی حالت کیا جانیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ کھانے پینے کی باتوں میں بلکہ اسلام سے پہلے کے قصوں میں بھی صحابہ کے ساتھ شامل رہتے تھے اور ان لوگوں کی باتوں کو سنکر آپ مسکراتے تھے۔ آپ کا ہنسنا مسکرانے سے زیادہ نہ ہوتا تھا کبھی کسی نے آپ کی ہنسی کی آواز نہیں سنی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب غم کا غلبہ ہوتا ہے تو ہنسی کی آواز نہیں نکلتی چاہے مسکرانے کی حالت ہو جائے اور حضورؐ ہمیشہ غمگین اور فکر مند رہتے تھے۔ جس کی وجہ بھی خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کیونکر چین سے رہوں جبکہ فرشتہ صور لئے طیار کھڑا ہے کہ اب حکم ہوا اور صور پھونک دوں تو بتلائیے اس حالت میں ہنسی کیونکر آتی۔ ہنسی تو ان لوگوں کو آسکتی ہے جو بالکل بے فکر ہوں سو اللہ والوں کو بےفکری کہاں صرف دوسروں کی خاطر سے کبھی کچھ ہنس دیتے ہیں اِس کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی حضرت عیسیٰؑ اکثر مسکرایا کرتے تھے اور حضرت یحییٰؑ زیادہ رویا کرتے تھے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اے یحییٰؑ کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ اے عیسیٰؑ کیا تم خدا کے قہر سے بالکل بے خوف ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰؑ لوگوں کے سامنے تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن تنہائی میں یحییٰؑ کی طرح رویا کرو اور اے یحییٰؑ تنہائی میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب ہو۔ لیکن لوگوں کے سامنے کچھ ہنس بھی لیا کرو تاکہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو کیا

امید ہے اور یہ حکایت اسلئے بیان کی گئی کہ حضورؐ کا ہنسنا جو کچھ تہا وہ صرف دوسروں کی خاطر سے تہا اور اگر دوسروں کی رعایت نہ ہوتی تو شاید مسکرانے کی بہی نوبت نہ آتی۔ غرض جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں یا ہنسی میں مشغول ہوتے تہے اسوقت حضور کے کمال کی عام لوگوں کو کیا خبر ہوتی ہوگی اسی لئے کافر کہتے تہے مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں اور بازار میں پہرتے ہیں۔ مولانا روم صاحب اسی کو مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ کافروں نے انبیاءؑ کے ساتھ برابری کی۔ اور اُن کو اپنی طرح سمجھا اور کہا کہ ہم بہی آدمی ہیں اور وہ بہی آدمی ہیں اور کہا کہ ہم بہی کہاتے پیتے ہیں اور وہ بہی کہاتے پیتے ہیں۔ پہر ہم میں اور اون میں کیا فرق ہے۔ مگر جہالت سے وہ یہ نہ سمجہے کہ انہیں اور اون میں بے انتہا فرق ہے یہ کہاتے ہیں تو اِس سے پلیدی نکلتی ہے اور وہ کہاتے ہیں تو سب نورِ خدا بنجاتا ہے۔[1]

میں جب حضرت حاجی صاحبؒ سے مثنوی مولانا روم پڑھا کرتا تو اس شعر میں مجہے یہ خیال ہوا کہ مولانا نے یہ فرق واقعی نہیں بیان کیا بلکہ ایک خیالی بات بیان کردی ہے جیسے شاعروں کی باتیں خیالی ہوا کرتی ہیں کیونکہ واقعی فرق تو اوسوقت ہوسکتا تہا جبکہ اللہ والوں کے پیٹ سے یہ پلیدی نہ نکلتی جب سبق شروع ہوا تو حضرت حاجی صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا کہ پلیدی سے مراد بُری عادتیں ہیں اور نورِ خدا سے مراد اچہی عادتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ والے کہاتے ہیں تو غذا سے انکو اچہی عادتوں میں مدد ملتی ہے اور دوسرے لوگ کہاتے ہیں تو اونکو بُری عادتوں میں مدد ملتی ہے تو اتنا بڑا فرق ہوتے ہوئے کفار نے کچہ نہ سمجہا اور انبیاء کو اپنا جیسا کہا کیونکہ اُن میں کوئی انوکہی بات نہ تہی۔ کہانا بہی کہاتے تہے پانی بہی پیتے تہے۔ آجکل بہی ایسے لوگونکو جو کہانا چہوڑ دیں پانی چہوڑ دیں بہت بزرگ سمجہا جاتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر پانی

[1] شعر یہ ہے جس کا ترجمہ کردیا ہے

این خورد گردد پلیدی زو جدا ... واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا۔ ۱۲ منہ

حضور ﷺ کے ہنسنے اور مسکرانے کی وجہ

۱۲ مثنوی کے ایک شعر کا مطلب

کھانا پینا چھوڑ دینا کام بزرگی نہیں ہے

کے یا کہانے کے چھوڑنے پر بزرگی کا دارومدار ہے تو سُرسُری اور سانڈا اور سمندر جو جانور
ہیں بہت بزرگ ہیں کیونکہ سُرسُری پانی بالکل نہیں پیتی اور سانڈا نہ کہانا کہاتا ہے نہ پانی پیتا
ہے صرف ہوا اوسکی غذا ہے۔ صاحبو! بزرگی اللہ کے ساتھ تعلق کا نام ہے جسکی پوری
حقیقت کا بعض دفعہ فرشتوں کو بھی پتہ نہیں لگتا ہاں اوسکی ظاہری پہچان یہ ہے کہ اوسکی
ہر حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتی ہو اور ہر بات میں آپ کے قدم بقدم
ہو یعنی جس طرح نماز ادا کرنے میں حضورؐ کی پوری موافقت کی کوشش ہو اسی طرح آپس کے
برتاؤ اور روزمرہ کی باتوں میں سونے میں جاگنے میں غرض ہر ہر بات میں حضور کے طریقہ
کی پابندی ہو۔ یہاں تک کہ اسکی ایسی عادت ہو جائے کہ بے تکلف سب کام سُنت
کے موافق ہونے لگیں تو یہ بزرگی کی پہچان ہے اور کم کھانے اور کم پینے کو اس میں
کچھ دخل نہیں دوسرے کسی شخص کی نسبت یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بہت کہاتا ہے یا کم کھاتا ہے
کیونکہ کم کھانا یہ ہے کہ بھوک سے کم کہائے تو کیا خبر ہے کہ جسکو تم بہت کھانے
والا سمجھے ہو اوسکی بھوک اِس خوراک سے دونی ہو تو وہ تو کم کہانے والا ہوا۔
ایک پیر سے اون کے مریدوں نے ایک دوسرے مرید کی شکایت کی کہ حضرت
یہ بہت کھاتا ہے چالیس پچاس روٹیاں کھا جاتا ہے پیر نے اسکو بلا کر کہا کہ بھائی اتنا
نہیں کھایا کرتے ہر کام میں اوسط درجہ ٹھیک ہوتا ہے۔ بہت زیادتی اچھی نہیں
اس مرید نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اوسط درجہ الگ ہے یہ صحیح ہے کہ میں اتنی
مقدار کھا جاتا ہوں لیکن یہ غلط ہے کہ میں زیادہ کھاتا ہوں کیونکہ اصلی خوراک میری
اِس سے بہت زیادہ ہے۔ جبتک مرید نہوا تھا اس سے دُونی خوراک کھایا کرتا تھا
تو اس حکایت سے معلوم ہوا ہوگا کہ بعض آدمیوں کی خوراک ہی بہت زیادہ ہوتی
ہے اور اصلی خوراک کے اعتبار سے وہ بہت کم کہاتے ہیں تو یہ پہچان صحیح نہیں ہے
کیونکہ اول تو کم یا زیادہ کہانا معلوم نہیں ہو سکتا۔ دوسرے کم کہانے پر بزرگی کا
دارومدار نہیں ہے اگر کسیکو شبہ ہو کہ بزرگوں نے تو کم کہانے اور کم سونے کا
حکم فرمایا ہے تو سمجھو کہ اول تو ہر ایک کا کم کھانا جدا ہے جیسا اِس حکایت سے

ایک چور کی حکایت

معلوم ہوا دوسرے ہر شخص کے لئے یہ حکم دیا ہی نہیں گیا بلکہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسی بڑی خرابی کے دور کرنے کے لئے کبھی ہلکی سی مکروہ بات کی اجازت دیدی جاتی ہے جبکہ اوس کے ذریعہ سے کسی بڑے گناہ سے بچانا منظور ہو جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک چور اون سے مرید ہوا اور چوری کرنے سے توبہ کی لیکن چونکہ مدت کی عادت پڑی ہوئی تھی اسلئے ہر رات چوری کرنے کا سخت تقاضہ طبیعت میں پیدا ہوتا اور اوسکو دبانے کے لئے وہ یہ کرتا کہ تمام مریدوں کے جوتے اٹھاکر گڑبڑ کر دیتا اس کے جوتے کے جگہ اوس کا اور اوس کے جوتے کی جگہ اس کا غرض کسی ایک کا جوتہ بھی اپنے ٹھکانے نہ ملتا آخر جب لوگ دق ہوگئے اور اس کا پتہ نہ چلا کہ یہ کس کا کام ہے تو اونہوں نے یہ کیا کہ تمام رات جاگے اور چھپکر دیکھا معلوم ہوا کہ یہ نئے مرید صاحب کے کرتوت ہیں۔ صبح ہوئی تو سب نے ملکر پیر سے شکایت کی۔ انہوں نے بلاکر اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا حرکت ہے اس نے کہا کہ حضور میں بیشک ایسا کرتا ہوں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ مدت سے مجھے چوری کرنے کی عادت تھی اب میں نے توبہ کرلی ہے لیکن رہ رہ کر طبیعت میں تقاضہ پیدا ہوتا ہے اوسکو میں اس طرح دباتا ہوں اب اگر آپ مجھے اس سے منع فرمائیں گے تو میں مجبور ہو کر پھر چوری کروں گا۔ غرض میں نے چوری سے توبہ کی ہے ہیراپھیری سے توبہ نہیں کی۔ پیر نے کہا کہ بھائی تجھکو اسکی اجازت ہے تو ہیرا پھیری کرلیا کر۔ مگر مرید کے ان حالات کا سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ یہ بڑے کامل کا کام ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی ملازمت چھوڑنے کی اجازت چاہتا تو آپ ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اب تو صرف ایک ہی بلا میں پھنسا ہوا ہے۔ ملازمت چھوڑ دے گا تو خدا جانے کیا کچھ کرے گا اور کسی قسم کی آفتوں کا شکار ہوگا تو اتنی بلاؤں سے ایک ہی بلا اچھی ہے اب لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ پیر صاحب لنگوٹہ بند ہوا دیں اور بیوی بچوں کو چھڑا دیں ایسے لوگوں کو تنخواہ پیر صاحب تو دینے سے

۱۴

رہے نتیجہ یہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ جب ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا تو حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جھوٹی گواہی دینا جھوٹے مقدمے لڑانا قرض لیکر دبا لینا غرض کہ گذارہ کرنے کے لئے ہر قسم کے کام کر گذرتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملازمت چھڑانے کی کیا ضرورت ہے خدا تعالےٰ کا نام جب دل میں جگہ کرے گا وہ خود ہی چھڑا دے گا مولانا روم فرماتے ہیں کہ عشق وہ چیز ہے کہ جب عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو معشوق کے سوا دل میں جو کچھ ہوتا ہے سب کو جلا دیتی ہے۔ مشہور بات ہے کہ جب پانی آیا تیمم رخصت ہوا تو پانی کو تو آنے دو تیمم خود ہی جاتا رہے گا یہی راز تھا جس کے لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ چھوڑانے کی کیا ضرورت ہے وقت پر خود ہی چھوٹ جائے گا۔ اور یہ حکم ایسے شخص کے لئے تھا جس کے کھانے پینے کا کوئی ذریعہ نہ ہوا اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود ہو تو اسکو یہی مناسب ہے کہ اوسی پر کفایت کرے اور خدا کی یاد میں مشغول ہو تو اس فرق کو دریافت کرنا اور لوگوں کی حالت اور طبیعت کا اندازہ کرنا یہ کامل ہی کا کام ہے اور پیر بھی وہی ہو سکتا ہے جس کی یہ شان ہو ورنہ تصوف کی باتیں رٹ لینے سے پیر نہیں ہو سکتا اگر ایک شخص کو بہت سی مٹھائیوں کے نام یاد ہوں اور نصیب ایک بھی نہو تو نام یاد ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر نام ایک کا بھی یاد نہو اور کھانے کو دونوں وقت ملتی ہوں تو سب کچھ حاصل ہے۔ آج یہ حالت ہے کہ دو چار تعویذ گنڈے یاد کرلئے کچھ جھاڑ پھونک سیکھ لی اور پیر بن گئے تو کہیں اس طرح پیر ہو سکتا ہے اول کسی کامل پیر کی خدمت میں رہ کر خود اپنی اصلاح کرلیں تب دوسروں کی اصلاح کریں اول کسی کے سامنے چھوٹا بن لیں تب بڑا بننے کی نوبت آئے گی۔ یہ تو پیروں کی حالت ہے۔ مریدوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے کامل پیر کی عجیب عجیب پہچانیں گھڑ رکھی ہیں جس میں ذرا بوحق پاتے ہیں اوسکو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں ایک شخص حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرا

۱۵

دل جاری ہو گیا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ دل کے دھڑکنے کو دل کا جاری ہونا نہیں کہتے
دل کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد دل پر حاضر رہے۔ اکثر لوگ کہا کرتے
ہیں کہ فلاں بزرگ کی بوٹیاں تھرکتی ہیں یہ بہت کامل ہیں اور جن لوگوں میں یہ بات
نہیں ہوتی اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ نیک آدمی ہیں یعنی ان میں فقیری کے کمالات
نہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ فقیری کے کمالات بالکل چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور اونکو
بوٹیوں کے تھرکنے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور وہ کمالات یہ ہیں کہ تصوف
کے علم میں مہارت ہو اصلاح کرنے کا طریقہ خوب جانتا ہو شریعت کا پورا پابند ہو
یہ باتیں نہوں تو ہزار محنت مجاہدہ ہو کچھ نہیں ہاں اُنکو جفاکش کہیں گے محنتی کہیں گے
لیکن بزرگی سے کوئی علاقہ نہیں خلاصہ یہ کہ عام لوگ نیک کاموں کے اندر بھی افضل کی پہچان غلط طریقہ سے کرتے ہیں
اور بزرگوں کی جانچ میں بھی بے طریقے چلتے ہیں کہ اوسکی بدولت اکثر دوسروں کے حق بھی تلف اور ضائع ہو جاتے ہیں
سرحد کے ایک عابد کی نسبت سُنتا ہے کہ وہ آخر رات میں تہجد کی نماز ادا کرنیکے لئے مسجد میں
آئے اتفاق سے اِس روز مسجد میں کوئی مسافر بھی سو رہا تھا آپ نے نماز شروع
کی۔ لیکن مسافر کے خرانٹوں کے سبب خیال بٹنے لگا اور نماز میں اچھی طرح دل
نہ لگ سکا آخر آپ نے نماز توڑ دی اور مسافر کو سوتے سے جگا دیا کہ تمہارے خرانٹوں سے
ہماری نماز میں خلل پڑتا ہے اوس کے بعد پھر آکر نیت باندھ لی مسافر چونکہ بہت
تھکا ہوا تھا تھوڑی دیر میں پھر سو گیا اور خرانٹوں کی آواز پھر شروع ہوئی آپ نے
پھر نماز توڑ کر اُسے اُٹھایا اور اوس کے بعد نماز شروع کی تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا تو
آپ کو بہت غصہ آیا اور چھری لیکر اس غریب مسافر کو شہید کر دیا۔ پھر فراغت
سے نماز پڑھی صبح کو نماز کے لئے لوگ جمع ہوئے تو مسجد میں لاش کو دیکھا تعجب
سے پوچھا کہ اِس شخص کو کس نے قتل کیا تو عابد صاحب فرماتے ہیں کہ اِس نے
ہماری نماز میں خلل ڈالا اِس لئے ہم نے قتل کر دیا یہ تو کھلی ہوئی حماقت تھی اسکو
سب نے اوسے برا بڑا کہا ہوگا۔ لیکن آجکل بھی لوگ بہت بڑی بڑی حماقتیں کرتے
ہیں اور اونکی طرف ذرا توجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اِس سے زیادہ باریک ہوتی ہیں

بوٹیاں تھرکنا کمال نہیں

بزرگی کے کمالات چھپے ہیں۔

۱۶

سرحد کے ایک عابد کی حماقت

(باقی آئندہ)

عن ابی ہریرۃ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت جوامع الکلم رواہ مسلم

چون حدیث مزبور دال ست بر تفضیل جوامع الکلم بر سائر کلم

نصاً از نبی وقیاساً از امم و رسالہ

النخب من الخطب

کہ منتخبہ است از بعض تالیفات راس المحققین نبراس المدققین جامع شریعت

طریقت سراج الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب

سلمہ اللہ تعالیٰ بالفیض الاتم + مصداقی ظاہر بود ازین حکم + بناءً علیہ

محمد عثمان

در مطبع محبوب المطابع طبع کنانید

سنہ ۱۳۴۹ھ

فہرست مضامین النخب من الخطب

کیونکہ اُن کے کلام میں مجازات و استعارات ہوتے ہیں جو ظاہر سے پھیرے جاتے ہیں ورنہ اُن میں کوئی بات شرع کے خلاف نہیں ہوتی بلکہ وہ کتاب و سنت کا مغز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمکو اپنے فضل و احسان سے نصیب فرما دے۔ **ف** اِن عبارات مذکورہ فصل ہذا سے کتب تصوف و علماء تصوف کے ساتھ معاملہ رکھنے کا یہ خلاصہ ہوا کہ جن حضرات میں قبول کے علامات ظاہر ہیں اور منجملہ ان علامات کے علماء محققین کا حسن ظن بہی ہے اُن کے ساتھ حسن اعتقاد رکھے اور اُن کے کلام میں اگر کوئی امر ظاہراً خلاف سواد اعظم دیکھے تو اپنا اعتقاد اُس کے موافق نہ رکھے نہ اسکو کسی کے سامنے نقل کرے نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ خود کرے جب تک کسی شیخ سے نہ پڑھے کیونکہ اُن حضرات کا مقصود عوام کے لئے تدوین نہیں ہے بلکہ عوام سے وہ خود اخفاء فرماتے تہے بلکہ اعتقاد تو سواد اعظم کے موافق رکھے اور اس کلام میں اگر تاویل ممکن ہو تاویل کرے ورنہ یا غلبہ حال پر محمول کرلے یا اعداء کے لحق کر دینے کا احتمال کرے یا مثل متشابہات کے اُسکو مفوض بحق کرے اور بے سمجھے اعتراض اور گستاخی نہ کرے کیونکہ گو وہ معصوم نہ تہے لیکن شریعت کے بجد تبع تہے چنانچہ غیر معذور پر اُن سے خود نکیر منقول ہے اور اسی لئے احکام میں اُن سے کوئی ایسا امر منقول نہیں صرف بعض اسرار منقول ہیں جن کا مبنی ذوق و کشف ہے اور تعبیر خاص اصطلاحات میں کیگئی ہے اور ان دونوں سے عوام و اہل ظاہر بے بہرہ ہیں اس لئے اس کلام کے معارض شریعت ہونے کا یہ لوگ فیصلہ نہیں کرسکتے گو رتبہ میں اُن سے بہی بڑہے ہُوئے ہوں اسلئے اُن کو اجمالاً تسلیم کرلینا چاہیئے ورنہ گستاخی سے سوء خاتمہ کا خوف ہے البتہ جو شخص ویسا ہی محقق ہو اُسکو حق ہے کہ اُس پر مفصلاً رد کرے خواہ درجہ خطاء اجتہادی تک خواہ ابطال تک۔

خطبہ ظہور العدم

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر الخلیقۃ بل لا شیٔ فی الحقیقۃ منظہر مدعا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کے باب میں اکثر قائلین کی خلاف حدود کشادہ زبانی اور اکثر منکرین کی

خلاف واقع بدگمانی کا منشا مجموعہ ہے دو امر کا۔ ایک اُسکو محض مسئلہ کشفیہ سمجھنا اور دوسرا اُس کا صرف اُن اہل کشف کے کلام میں تتبع کرنا جو مغلوب الحال یا ضیق المقال ہیں اور اس مجموعہ کا اثر غلط فہمی ہونا ظاہر ہے پھر اس غلط فہمی کے ساتھ اگر صاحب کلام سے حسن ظن ہے تو مسئلہ کے متعلق اور اگر سوء ظن ہے تو صاحب مسئلہ کے متعلق مطلق العنانی لازم ہے اور ان ہی دونوں مفسدوں کی اصلاح و انسداد کے لئے علماء معتقدین اہل طریق اور عرفاء اصحاب تحقیق ہمیشہ ساعی رہے علماء کی غایت سعی کا حاصل تو یہ تہا کہ وحدۃ الوجود کو جس میں ملامت زیادہ ہے توجیہ و تاویل کر کے وحدۃ الشہود کی طرف کہ اُس میں ملامت کم تہی اور دونوں مسئلہ کے اختلاف کو نزاع لفظی کی طرف راجع کیا جاوے اور عرفاء کی تحقیق کا حاصل یہ تہا کہ غلط فہمی کے منشاء کو رفع فرمایا جو کہ مجموعہ امرین مذکورین فی السابق ہے یعنی اپنی تقریرے اُسکو واضح فرما دیا کہ دونوں مسئلے علمی اور کلامی ہیں اور دونوں میں اختلاف حقیقی ہے اور وجہ ان کے علمی و کلامی ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حاصل اُن کا تحقیق ارتباط الحادث بالقدیم ہے اور اُس کا مسئلہ علمیہ کلامیہ ہونا معلوم ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ اُن مسائل کلامیہ میں سے نہیں جو عقلی محض ہیں کیونکہ مسائل اصولیہ کلامیہ دو قسم کے ہیں ایک عقلی محض یعنی عقل اُن کے لزوم کے حکم کے لئے کافی ہو جیسے مسئلہ وجود صانع و حدوث عالم و نحوہما دوسرے عقلی غیر محض یعنی عقل محض اُن کے امکان کا حکم کرتی ہے مگر ثبوت میں نقل کی بہی احتیاج ہوتی ہے جیسے مسئلہ رویت کا کہ عقل اُس کے امکان کا حکم کرتی ہے اور جو فرقے اُس کے امتناع کا حکم کرتے ہیں اُن کے مقابلہ میں اس امتناع کی نفی کرتی ہے گو رویت کی کنہ کا ادراک نہ کر سکے کیونکہ امکان کا بلکہ اثبات کا حکم بہی ادراک کنہ پر موقوف نہیں جیسے علم باری تعالی کا مسئلہ کہ عقلاً ثابت مگر کنہ اُس کی غیر معلوم بلکہ خود علم حادث کی کنہ آجتک قطعاً معلوم نہیں ہوئی کوئی اُسکو مقولہ اضافہ سے بتلا رہا ہے کوئی مقولہ انفعال سے کوئی مقولہ کیف سے بلکہ اقسام علم میں سے جو قسم سب سے اظہر و ابین ہے اُسکی کنہ تک منقح نہیں ہوئی خود ابصار ہی کی حقیقت کا اختلاف مشہور ہے لیکن تاہم ان کا اثبات بلا نقل متفق علیہ بین العقلاء ہے جب حکم بالاثبات تک ادراک کنہ پر

۵۸

موقوف نہیں تو حکم بالامکان تو بالاولی ادراک کنہ پر موقوف نہ ہوگا۔ پس مسئلہ رویت کا باوجود غیر مدرک بالکنہ ہونے کے عقلی کی وہ قسم ہے کہ امکان اُس کا عقلی اور ثبوت اُس کا نقلی تو ایک قسم عقلی کی ایسی بھی ہوئی۔ پس مسائل کلامیہ دو قسم کے ہوئے سو یہ مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کے بوجہ مدخلیت کشف کے گو قسم اول میں سے تو نہیں لیکن قسم ثانی میں سے ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے باقی یہ کہ کتب کلامیہ میں مذکور کیوں نہیں ہو اُسکی وجہ یہ ہے کہ متکلمین نے بالالتزام صرف اُن مسائل کو لیا ہے جو اوّل تو قطعی ہوں اور دوسرے کسی فرقہ سے اُسمیں کلام ظاہر ہوا ہو گو بعض مسائل غیر قطعیہ بھی تبعاً ذکر میں آگئے ہیں جیسے جزء لایتجزیٰ کا مسئلہ کہ تبعاً لمسئلہ حدوث العالم مذکور ہوگیا ہے لیکن التزام قطعیات ہی کا ہوا اور یہ مسئلہ نہ قطعی ہیں نہ زمانۂ تدوین کلام میں ان کا اس طرح ظہور ہوا تھا پس متکلمین کا ان دونوں مسئلوں کو اس عارض خاص سے ذکر نہ کرنا ہمارے اس دعوے کے کہ یہ مسائل کلامیہ کی قسم ثانی سے ہیں معارض نہیں۔ رہا یہ کہ یہ قسم ثانی میں سے کس طرح ہیں مسئلہ وجود کو متکلمین نے تو قسم اول میں ذکر کیا ہے سو بات یہ ہے کہ اثبات الوجود للحوادث الی کیفیت متکلمین کے نزدیک تو عقلی محض ہے اور صوفیہ کے نزدیک مع الاختلاف بینھم امکاناً عقلی اور وقوعاً کشفی ہے کما سیتضح من تقریرہا اس لئے مسئلہ وجود متکلمین کے نزدیک قسم اول سے اور صوفیہ کے نزدیک قسم ثانی سے ہے متکلمین کے مسائل قسم ثانی سے اسکو اتنا فرق ہے کہ انہوں نے نقل میں محض نصوص کو لیا ہے اور صوفیہ نے کشف کو بھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مسئلہ عقلی نہ رہے جس طرح مسئلہ رؤیت باوجود مدخلیۃ نص کے عقلی ہے غایۃ مافی الباب بوجہ استناد الی الکشف کے ظنی ہوگا اور ظنیت میں بھی ظنیات اصولیہ سے متنزل لعدم کون الکشف فی شئ من درجات الحجیۃ لیکن احتمال کے ہوتے ہوئے بطلان مسئلہ کا حکم جزمی یا ضلال اصحاب مسئلہ کا حکم حتمی یہ تو یقیناً غلو اور معاداۃ اولیاء ہوگا جس میں ایذان بحرب اللہ کی وعید وارد ہو

ف فائدہ قید کا یہ ہو کہ غیر مشہور کرنا مثل دوسرے مسائل ظنیہ کے جائز ہو جیسا علماء اہل حق میں متداول ہے ۱۲ منہ

البتہ علماء ظاہر نے جو کیفیت ثبوت الوجود للحوادث کی بیان کی ہے اگر وہ قطعی ہوتی تو بیشک صوفیہ پر حکم بالبطلان صحیح ہوتا لیکن وہ خود قطعی نہیں پس کیفیت ثبوت کے اعتبار سے مسئلہ سب کے نزدیک ظنی رہا اہل ظاہر کے نزدیک قسم اول سے اور اہل باطن کے نزدیک قسم ثانی سے بہرحال عرفاء نے ان اغلاط کی اس طرح اصلاح فرمائی کہ دونوں مسئلوں کا اپنی تقریر سے کلامی ہونا ظاہر فرما دیا اور ان تقریرات میں سب میں اوضح واقرب بیان حضرت مجدد صاحب کا ہے جسکو اپنے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے مگر چونکہ اسمیں بھی اصطلاحات فن کی ممزوج ہوگئی ہیں اسلئے وہ بیان پھر غامض ہی رہا جس سے اہل ظاہر منتفع نہیں ہوسکتے اس لئے احقر کا دل چاہا کہ اسکے انتفاع کے تام وعام ہونے کے لئے اُس کا ملخص جس کا اصل ماخذ مجدد صاحب کے مکتوبات کی جلد دوم کا مکتوب اول ہے درسی اصطلاحات میں لکھدوں کہ مسئلہ سے اجنبیت مضرہ تو نہ رہے بلکہ اسکو بھی مثل دوسرے مسائل مسکوت عنہا نقلاً ومحتملۃ الصحۃ عقلاً فی درجۃ الاجمال وغیر مدرکۃ الکنہ فی درجۃ التفصیل کے بلکہ بسبب استنادالی الکشف کے احتیاطاً اُن سے بھی ادنی درجہ میں قرار دیکر اقل درجہ اولیاء کے حق میں بدزبانی وبدگمانی سے تو بچیں [۱]

واللہ ولی الوقایۃ من کل غباوۃ وغوایۃ

خاتمہ

قد فرغت من جمع عجالۃ النخب من الخطب لرابع ربیع الآخر ۱۳۴۸ھ ہجری یوم اتی علیّ ثمانیۃ وستون سنۃ کملاً وفقنی اللہ تعالیٰ فی بقیۃ ایام عمری لی الباقیات الصالحات التی ھی خیر عند ربنا ثواباً وخیر املاً

---

[۱] یعنی للخواص ۱۲ منہ

ناسا من اهل الیمن فقال
ما انتم فقالوا متوکلون
فقال کذبتم انتم
متوکلون انما المتوکل
رجل القی حبة فی
الارض وتوکل
علی الله عز وجل **ف**
دل علی برکة التوکل
وان ترك الاسباب
لیس بشرط فی التوکل
وفی الحدیث الاول
اشارة الیه لان الطیر
لا یخلو عن نوع کسب
فان الخروج من الوکر
لطلب الرزق نوع
من الکسب وفی قول
ابن عباس وعمر تصریح
بذلك نعم ورد
الاذن بترك الاسباب
الظنیة لشرائط خاصة
فی نصوص اُخر

بعض لوگوں سے ملے فرمایا تم کون ہو کہنے
لگے متوکل ہیں فرمایا تم (اس دعوی میں)
جھوٹے ہو کہ تم متوکل ہو متوکل تو صرف
وہ شخص ہے جو دانہ زمین میں ڈالے اور
(ڈالکر) اللہ تعالیٰ پر توکل کرے (اپنی تدبیر
پر اعتماد نکرے) **ف** اس حدیث سے
توکل کی برکت معلوم ہوئی (کہ پرند کو کس
طرح روزی کیسی آسانی سے ملے اسی کا
گویا ترجمہ کیا ہے فرید عطار نے ۔ ؎

برتوکل گر بود فیروزیت
حق دہد مانند مرغاں روزیت

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل میں ترک اسباب
شرط نہیں اور حدیث اول میں اس طرف
اشارہ بھی ہے اس لئے کہ پرندہ بھی
ایک گونہ کسب سے خالی نہیں کیونکہ آشیانہ
سے طلب رزق کے لئے نکلنا ایک قسم کا
کسب ہی ہے اور ابن عباس اور حضرت
عمر رضہ کے قول میں تو اسکی تصریح ہے ہاں ترک
اسباب ظنیہ کی بھی خاص شرائط کے
ساتھ دوسری نصوص میں اجازت
آئی ہے ۔

۱۰۵

الحدیث للسائل حق وان جاء علی فرس احمد وابو داؤد عن الحسین ابن علی بہ مرفوعا وسندہ جید کما قالہ العراقی وتبعہ غیرہ وسکت علیہ ابو داؤد لکن قال ابن عبد البر انہ لیس بالقوی اھ ثم قال وعن ابن عباس وعن زید بن اسلم رفعہ مرسلا بلفظ اعطوا السائل ولو جاء علی فرس اخرجہ مالک فی الموطا ھکذا ثم قال الدارقطنی فی الافراد من جہۃ الحسن بن علی الہاشمی عن الاعرج عن ابی ھریرۃ مرفوعا لا یمنعن احدکم السائل ان یعطیہ ان کان فی یدہ قلبان من ذہب وقال تفرد بہ حسن عن الاعرج

حدیث سائل کے لئے حق ہے اگرچہ گھوڑے ہی پر آیا ہو روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد نے حسین بن علی ہاشمی سے مرفوعاً اور اسکی سند جید ہے جیسا کہ عراقی نے کہا ہے اور دوسروں نے بھی ان کا اتباع کیا ہے اور ابو داؤد نے اسپر سکوت کیا ہے لیکن ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں ہے اسکے بعد (مقاصد میں) کہا ہے کہ ابن عباس اور زید بن اسلم سے مروی ہے جسکو مرسلا مرفوع کیا ہے ان الفاظ سے سائل کو دو اگرچہ گھوڑے پر آیا ہو اسکو مالک نے موطا میں اسیطرح روایت کیا ہے اسکے بعد (مقاصد میں) کہا ہے کہ دارقطنی کے یہاں حسن بن علی ہاشمی کی جہت سے اعرج سے اور وہ ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں یہ ہے۔ کہ تم میں کوئی شخص سائل کے دینے سے انکار نہ کرے اگرچہ اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہوں اور (دارقطنی نے) کہا ہے کہ اس روایت میں حسن اعرج سے متفرد ہیں

اطلاق فی السائل او تقییدہ فی الاعطاء ۱۰۶

وهو فی مسند الفردوس اله
لثراورده عن ابن النجار
بسنده عن ابی عبد الله
قال اعطانی عمر بن عبد العزيز
مالا اقسمه بالرقة فقلت
يا امير المؤمنين
انك تبعثنی الی قوم
لا اعرفهم وفيهم غنی وفقير
فقال يا هذا كل من
مد يده اليك فاعط
ف وفی ظاهر الروايات
تائيد لما عليه بعض اهل
القلوب من اعطاء كل
من سألهم اعم من
ان يكون فقيرا او غنيا
ومنع الفقهاء من اعطاء
السائل الغنی لان سؤال
مثل هذا الرجل معصية
والاعطاء اعانة له علی
المعصية ويحملون الحديث
علی ما اذا اشتغل

اور یہ مسند الفردوس میں بھی ہے اسکے
بعد (مقاصد میں) ابن النجار سے اون کی
سند سے ابو عبد اللہ سے وارد کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ مجکو عمر بن عبد العزیز نے
کچھ مال دیا کہ میں اوسکو مقام رقہ میں
تقسیم کروں میں نے عرض کیا یا امیر المومنین
آپ مجکو ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں
کہ میں پہچانتا نہیں اور ان میں غنی بھی
ہیں اور فقیر بھی ہیں (تو میں تقسیم کے وقت
کیسے امتیاز کروں گا) اونہوں نے
فرمایا ارے بھائی جو شخص تیری طرف ۱۰۷
ہاتھ پسارے تو اوسکو دیدے۔
ف ان روایات کے ظاہر الفاظ
میں تائید ہے بعض اہل دل کے اوس
معمول کی کہ وہ ہر اوس شخص کو دیدیتے
ہیں جو اون سے مانگے خواہ محتاج ہو یا
غنی ہو اور فقہاء نے سائل غنی کے دینے
سے منع کیا ہے کیونکہ ایسے شخص کا سوال
کرنا معصیت ہے اور یہ دینا اوس کی
اعانت کرتا ہے معصیت پر۔ اور وہ
حدیث کو اوس حالت پر محمول کرتے ہیں

الفرس وغیرہ بحاجتہ الاصلیۃ
ویمکن للموسع الاعتذار
منہ بان قصد المعطی لیس
اعانۃ علی المعصیۃ
وانما قصدہ انجاح مامولہ
وان لزم منہ المعصیۃ
تسببا واللازم لیس کالملتزم
وبالجملۃ فالمسئلۃ
فیہا مساغ للاجتہاد
فلیس لاحد ان یلوم احدا

الحدیث ماء زمزم لما
شرب لہ ابن ماجہ من
حدیث عبد اللہ بن المؤمل
انہ سمع ابا الزبیر یقول
سمعت جابرا یقول سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فذکرہ وسندہ
ضعیف ثم سرد
روایات فیہ ثم
قال) واحسن من ھذا
کلہ ما اخرجہ

کہ گھوڑا وغیرہ اوسکی حاجت اصلی میں مشغول ہے
اور جو شخص اسمیں توسع کرتا ہے وہ اس دلیل
سے یہ عذر کر سکتا ہے کہ دینے والے کا
قصد تو اعانت علی المعصیۃ کا نہیں ہے
اوس کا قصد صرف اوس کی حاجت کا
پورا کرنا ہے اگرچہ اوس سے بطور تسبب
کے معصیت لازم آجاوے اور لازم کا
حکم ملتزم کا سا نہیں ہوتا بہر حال مسئلہ میں
گنجائش اجتہاد کی ہے سو کسیکو یہ حق
نہیں کہ دوسرے کو ملامت کرے۔

حدیث آب زمزم اوسی چیز کے
لئے نافع ہے جس کے لئے پیا جاوے
روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے عبد اللہ بن
المؤمل کی روایت سے کہ انہوں نے
ابو الزبیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے
حضرت جابر سے سنا وہ کہتے تھے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا پھر اس حدیث کا ذکر کیا اور اسکی
سند ضعیف ہے (پھر چند روایات
اس باب میں ذکر کر کے کہا) اور ان
سب سے احسن وہ حدیث ہے جس کو

۱۰۸ ما جاء فی ماء زمزم

جیسے مشہور ہے دو کنجوس تھے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم کہانا کیونکر کھاتے ہو اس نے کہا کہ بہائی ہر مہینے ایک پیسہ کا گھی لے آتے ہیں اور سامنے رکھہ کر اسکو خطاب کرتے ہیں کہ میں تجھکو کہا جاؤں گا پورا مہینہ یوں ہی کاٹ دیتے ہیں اخیر میں اسکو کہا لیتے ہیں وہ بولا تم بڑے فضول خرچ ہو ہم تو روٹی پکاکر جس گلی میں گوشت بہنے کی خوشبو آتی ہو وہاں کہڑے ہوجاتے ہیں اور روٹی کہاتے ہیں تو یہ دونوں گھی کے معتقد تھے اور ایک گونہ تلبیس بہی تہا لیکن انکو اس کا کیا نفع ہوا ایسے ہی آپ کو نرے اعتقاد سے اور محض ادب و تعظیم سے کیا نفع ہوگا (وعظ ایضاً صلا سنا)

(۶۷) **حکایت** عالمگیر کی ایک حکایت یاد آتی ہے (یہ حکایت زبانی ہے کتابی نہیں) ایک روز جامع مسجد میں انہوں نے طالب علموں کو دیکہا کہ سخت پریشان پہرتے ہیں اور خور و نوش کی کوئی سبیل نہیں سمجھے کہ سبب اس کا بے رغبتی امراء کی ہے چاہا کہ اسکی اصلاح ہو پس وضو کرتے ہوئے وزیر اعظم سے ایک مسئلہ پوچھا کہ نماز میں فلاں شبہ ہوجائے تو کیا کرے وزیر صاحب اس کا جواب نہ دے سکے عالمگیر نے ذرا غضبناک نظر سے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمکو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ فقہ کے ضروری مسائل یاد کرو۔ وزراء وغیرہ سب تہرا گئے اور فوراً ہی طلبہ کی تلاش شروع ہوگئی اور روزانہ اون سے سیکھتے اور اسطرح سے وہ سب اطمینان کی حالت میں ہوگئے۔ پہر تو یہ حالت تہی کہ طالب علم ڈہونڈہے نہ ملتے تہے (وعظ ایضاً صہ۱۶ سہ۱۵)

(۶۸) **حکایت** ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے درخواست کی کہ شہزادوں کو حدیث پڑھایا کیجئے اونہوں نے فرمایا کہ آپ ہی کے خاندان سے علم دین کی عزت ہوئی ہے اور آپ ہی بے عزتی کرتے ہیں۔ ہارون نے کہا کہ اچھا شہزادے وہاں حاضر ہوں گے مگر اسوقت عام رعایا سے الگ کر دیئے جایا کریں (وعظ ایضاً صہ۱۷ سہ۱۸)

(۶۹) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے برسر منبر فرمایا کہ

۵۳

اسمعوا[5] و اطیعوا سامعین میں سے ایک شخص نے کہا کہ لا نسمع ولا نطیع[5] حضرت عمر رضہ نے وجہ پوچھی تو اس شخص نے کہا کہ غنیمت کے چادرے جو آج تقسیم ہوئے ہیں سب کو تو ایک ایک ملا ہے اور آپ کے بدن پر دو ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عدل نہیں کیا فرمایا بھائی تو نے اعتراض میں بہت جلدی کی۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس کرتہ نہیں تھا تو میں نے اپنے چادرہ کو تو ازار کی جگہ باندھا اور ابن عمر رضہ سے ان کا چادرہ مستعار لیکر اسکو کرتے کی جگہ اوڑھا ہے اِس واقعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اُن حضرات میں بڑے چھوٹے سب برابر حصے کے مستحق سمجھے جاتے تھے آج بڑوں کا دوہرا حصہ ہونا تو گویا لازمی امر ہے البتہ اگر مالک ہی دوہرا حصہ دے تو مضائقہ نہیں (وعظ ایضاً ص۱۷ س۱۷)

(۷۰) **مثال**۔ اگر کوئی شخص درد گردہ میں مبتلا ہو جائے تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے اور اس کے ازالہ کی کتنی تدبیریں کرتا ہے حالانکہ درد گردہ کا مآل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ زندگانی کا خاتمہ کر دے اس کے بعد پھر ابد الآباد تک اُس سے نجات خود بخود ہو جاتی ہے بر خلاف اِس تکلیف کے کہ اگر یہ شروع ہو گئی تو بالکل ختم نہ ہو گی اور یا اگر شمہ ایمان کی وجہ سے ختم بھی ہوئی تو خدا جانے کتنی مدت کے بعد جہان کا ایک ایک دن ہزار برس کی برابر ہے (وعظ آثار المحبۃ دعوات ۵ ص۹ س۲۱)

(۷۱) **مثال**۔ صاحبو ظاہر ہے کہ حسین وہ شخص کہلائیگا کہ اسکی آنکھ ناک چہرہ سب خوبصورت ہوں ورنہ اگر کسی کی آنکھیں تو نہایت اچھی ہوں اور ناک بالکل خراب چپٹی ہو یا بر عکس ہو یا دانت باہر کو نکلے ہوئے ہوں تو وہ حسین نہ کہلائیگا۔ بس اِسی طرح دین بھی ایک حسین معنوی ہے تو حسین معنوی یعنی دیندار بھی اسیکو کہیں گے جو تمام وجوہ دین و انواع عمل کا جامع ہو اور جس نے ایک کو لیا اور

۵۷

---

[5] تم سنو (حکم خلیفہ) اور اطاعت کرو۔ ۱۲

[5] ہم نہیں سنتے اور نہ اطاعت کریں ۱۲

دوسرے کو چھوڑ دیا مثلاً اعمال جوارح کو تو لے لیا اور اعمال قلب کو اور اعمال لسان کو چھوڑ دیا یا اعمال قلب کو لے لیا اور دوسرے دونوں کو چھوڑ دیا یا اعمال لسان کو لے لیا اور بقیہ دونوں کو چھوڑ دیا۔ وہ شخص ہرگز اس حسن معنوی کے ساتھ متصف نہ سمجھا جائیگا (عمل العلماء دعوات جلد ۴۔ صد ۱۲ س ۵)

(۷۲) مثال - اگر عجب پیدا ہوتا ہے تو اس کا علاج کسی معصیت سے کیا جاتا ہے اور مصلحت یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسا کرنے سے ہم اپنی نظروں میں ذلیل رہیں گے اور اس سے عجب کی جڑ کٹ جائے گی صاحبو! یہ ایسا علاج ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے بدن سے پاخانہ کو بذریعہ پیشاب دہونے لگے (وعظ ایضاً صد ۱۶ س ۱۲)

(۷۳) مثال - بچے کی پرورش کہ بدون ماں باپ کی مدد و اعانت کے وہ پرورش نہیں پا سکتا لیکن اسکو کچھ خبر نہیں ہوتی تو اگر وہ بچہ بڑا ہو کر کہنے لگے کہ میں بغیر کسی کی مدد کے اتنا بڑا قوی الجثہ ہو گیا ہوں تو جس طرح اس کا یہ قول غلط اور قابل مضحکہ ہے اسی طرح اس راہ کے قطع کرنے والے کا قول بھی بالکل غلط ہوگا بات یہ ہے کہ بعض مرتبہ ظاہراً ایک شخص کو کسی کے سپرد نہیں کیا جاتا لیکن واقع میں بہت سے حضرات بامر خداوندی اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں اور وہ اسکو غلطیوں میں پھنسنے سے بچاتے ہیں اور قطع راہ میں مدد فرماتے ہیں بہر حال اس جزو کی بھی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اوسپر اسی وقت عمل کرنا مناسب ہے کہ جب کتب درسیہ سے فارغ ہو چکے اور اساتذہ ادھر متوجہ ہونے کی اجازت دیدیں اور اگر اساتذہ ختم درسیات کے بعد بھی چندے درسیات ہی میں مشغول رہنے کا حکم فرمائیں تو اُن کے ارشاد پر عمل کرے اور جب تک کافی مناسبت نہ ہو جائے اسوقت تک درسیات ہی میں مشغول رہے اور جب کافی مناسبت ہو جائے تو چند روز ان کے پاس رہ کر اصلاح باطن کرے اور پھر درس تدریس کا شغل بھی جاری کر دے یہ ہے تدبیر خشوع کے پیدا ہونے کی چونکہ اس کا اہتمام بہت ضروری تھا۔ اسلئے اسوقت اسکو عرض کیا گیا۔ (وعظ ایضاً صد ۲۹ س ۱)

(۷۴) **حکایت** - ایک مولوی صاحب مجھکو ملے کہ وہ گناہ میں مبتلا تھے - خیر گناہ تو انسان ہی سے ہوتا ہے لیکن زیادہ افسوسناک یہ امر تھا کہ اُنہوں نے مجھ سے بھی پوچھا کہ اگر نیت بخیر سے گناہ کریں تو کیا حرج ہے میں نے کہا توبہ کرو، توبہ کرو اور میں نے اونکو سمجھایا کہ اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے گناہ کیا جاتا ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر حرام چیز پر بسم اللہ کہے تو کافر ہوجاتا ہے اسلئے کہ اس نے شریعت کا مقابلہ کیا مسئلہ مسجوثہ میں میں یہ تو نہ کہوں گا کہ کفر ہے لیکن ہاں اشد درجہ کا گناہ قریب بکفر اور بڑی شدید غلطی ہے جب اونکی سمجھ میں آگیا اور توبہ کی - اُس روز سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور کاوش کیجائے گی تو ممکن ہے کہ اس غلطی میں ابتلا اکثر لوگونکو ہو -

(۷۵) **حکایت** - امام غزالیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عابد ایک جنگل میں رہتا تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا بارش کی کمی سے گھاس جل گئی دفعتہً بارش ہوئی اور بارش سے تمام جنگل ہرا ہوگیا تھا وہ گدھا گھاس چرتا پھرتا تھا عابد کی نظر اس پر پڑی تو محبت کے جوش میں آکر حماقت سے کہنے لگا کہ (توبہ توبہ) اے اللہ تعالیٰ اگر آپ کے پاس کوئی گدھا ہوتا اور وہ اس جنگل میں چرنے آتا تو میں اسکو کبھی نہ روکتا یہ خبر اس زمانہ کے نبی کو ہوئی اُن کو بہت بُرا معلوم ہوا اور اُس عابد پر دعا کرنے کا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہم ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق معاملہ کرتے ہیں اسکی اتنی ہی عقل ہے تم بددعا مت کرنا -

(۷۶) **مثال** - بہت لوگ براہ ہوس اسلئے ذکر و شغل کرتے ہیں کہ ہم خدا کے محبوب ہوجائیں اُن کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص اندھا گنجا لنجا بدصورت ہو اور وہ یوں چاہے کہ فلاں محبوب جو حور تمثال ہے مجھ پر عاشق ہوجائے ایسے شخص کو تو عاقل لوگ احمق کہیں گے ایسے ہی جو ذاکر یوں چاہے کہ میں بالمعنی المتعارف محبوب بنجاؤں ذرا وہ اپنے کو تو یہ دیکھے کہ مجھ میں اور حق تعالیٰ میں کیا نسبت ہے بلکہ اگر اپنی حالت منکشف ہوجاوے تو اسی پر تعجب ہو کہ مجھکو اس کی کسطرح اجازت ہوگئی

(باقی آئندہ)

(۱۷) کیونکہ ساحران فرعون کے سامنے توریت شریف کی آیتیں نہیں پڑھی گئی تہیں توریت شریف اوسوقت نازل ہی نہوئی تہی اسوقت سوائے اسکے کہ انہوں نے معجزہ موسوی دیکہا تہا کوئی دلیل اون کے سامنے نہ تہی اوسی کی نسبت آیات کا لفظ کہا۔

(۱۸) اور قالوا مھما تاتنا بہ من اٰیۃ لتسحرنا بھا فما نحن لک بمؤمنین یعنے فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کہا کہ تم جو کوئی معجزہ بہی دکہاؤ گے تاکہ ہمپر جادو کرو ہم اوسپر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں بہی آیۃ کا لفظ ہے جس کے معنے کلام الٰہی کے ہرگز نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ توریت شریف بعد غرق فرعون نازل ہوئی ضرور آیۃ بمعنی معجزہ ہے

(۱۹) اور ما منعنا ان نرسل بالاٰیات الا ان کذب بھا الاولون واٰتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بھا وما نرسل بالاٰیات الا تخویفا۔ ترجمہ نہیں روکا ہمکو آیات (معجزات) کے بہیجنے سے مگر اس نے کہ اون کو پہلے لوگوں نے جہٹلایا اور ہم نے قوم ثمود کو ناقہ کہلا ہوا معجزہ دیا تہا تو اونہوں نے اوسپر ظلم کیا اور نہیں بہیجتے ہیں ہم آیات (معجزات) کو مگر ڈرانے کے لئے۔ اس آیت قرآنی میں آیات سے مراد کلام الٰہی ہرگز نہیں ہو سکتے جیسا کہ بندش الفاظ صاف بتاتی ہے ادنے مس رکہنے والا کلام سے سمجھ سکتا ہے۔

(۲۰) اور ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم فقال لہ فرعون انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا۔ (ترجمہ) اور ہم نے دی موسیٰ کو نو آیتیں بہت کہلی ہوئی پس پوچہو بنی اسرائیل سے کہ موسیٰ علیہ السلام (وہ آیتیں لیکر) اون کے پاس آئے تو فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ میں سمجہتا ہوں کہ تمپر جادو کیا گیا ہے۔ یہاں بہی آیات سے مراد سوائے معجزات کے کچہہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر آیات کتاب اللہ مراد لیں تو توریت شریف فرعون کے سامنے نہیں اتری تہی جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔ اور یہ بہی ظاہر ہے کہ توریت شریف میں صرف نو آیتیں نہ تہیں۔ آیات سے مراد یقیناً نو معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تہے جنکو حق تعالیٰ نے اوسیوقت جتا دیا تہا جبکہ موسے

(ح) علیہ السلام کو نبوت دی تھی جس کا بیان اس آیت میں ہے فی تسع آیات الی فرعون وملاءہ۔

(۲۱) اور ام حسبت ان اصحب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ترجمہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سے کچھ تعجب کے قابل تھے۔ یہاں بھی آیات سے مراد آیات کتاب اللہ نہیں ہیں کیونکہ اصحاب کہف کو آیات کتاب اللہ کہنا کیا معنے۔ اور مطلق نشانی قدرت بھی مراد نہیں کیونکہ اون کی حالت آگے خود بیان فرمائی ہے کہ وہ غار میں جاکر چھپے۔ اور تین سو برس تک مردوں کی طرح پڑے رہے اس کے بعد حق تعالیٰ نے اونکو اوٹھایا اور اونکو یہ بھی اندازہ نہ ہوا کہ ہمکو یہاں کتنی دیر ہوئی حتی کہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو یہاں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ لگا ہوگا۔ پھر حق تعالے نے اونکو وہیں پوشیدہ کردیا۔ اور لوگوں نے اوس جگہ بطور یادگار ایک مسجد بنادی۔ آیت مذکورہ میں ان حالتوں کو آیات اللہ میں داخل کیا گیا۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے خود ہی اُن کی حالتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ذلک من آیات اللہ یعنے یہ حالتیں اللہ تعالےٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور یہ سب خارق عادت ہیں ورنہ ان کی کیا تخصیص ہے ہر شخص بلکہ ہر چیز آیت اللہ یعنی نشانی قدرت ہے۔ تو آیات سے مراد خارق عادت حالت ہوئی اسیکو معجزہ یا کرامت کہتے ہیں چونکہ اصحاب کہف نبی نہ تھے اسوجہ سے کرامت کہا جاوے گا۔

(۲۲) اور لنجعلہ آیۃ للناس۔ یہ سورۂ مریم کی آیت ہے۔ جب مریم علیہا السلام کے پاس فرشتہ آیا۔ اور کہا کہ میں نفخ روح کروں گا جس سے تمہارے بچہ پیدا ہوگا تو انہوں نے تعجب کیا کہ میں کنواری ہوں میرے بچہ کیسے ہوگا تو فرشتہ نے کہا حق تعالےٰ کا اسیطرح حکم ہے فرمایا ہے کہ مجھے ایسا کرنا آسان ہے اور مجھے ان کو لوگوں کے لئے نشانی قدرت کی بنانا ہے۔ ظاہر ہے کہ لفظ آیۃ للناس سے

۲۲۶

عہ یہاں سے معجزہ کی حقیقت کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے بلا واسطہ اسباب کے ۱۲ منہ

(ح) آیت کلام الٰہی مراد نہیں ہوسکتی بلکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو آیۃ فرمایا گیا ہے بلحاظ ان حالات کے کہ وہ بلا باپ کے پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی بولنے لگے اور یہ سب خارق عادت (معجزات) ہیں۔

(۲۳) اور من غیر سوء اٰیۃ اخرٰی یہ سورۂ طٰہٰ کی آیت ہے اور ید بیضا کے متعلق ہے۔ یہاں بھی آیت کلام الٰہی مراد نہیں جیساکہ ظاہر ہے بلکہ معجزہ مراد ہے۔

(۲۴) اور موسےٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا قد جئناک باٰیۃ من ربک۔ یعنی ہم دونوں (موسےٰ وہارون علیہما السلام) تیرے پاس معجزہ لیکر آئے ہیں۔ یہاں بھی آیت کتاب اللہ مراد نہیں کیونکہ توریت اوسوقت نہیں اتری تھی بلکہ معجزہ عصا اور ید بیضا مراد ہے۔

(۲۵) اور وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ۔ ترجمہ۔ کیا ہمنے ابن مریمؑ کو آیت۔ یہاں بھی آیت کتاب اللہ مراد نہیں۔ کیونکہ اوس کا حکم مریمؑ اور ابن مریمؑ پر کیا معنے بلا اشتباہ مریمؑ اور ابن مریمؑ مراد ہیں بلحاظ اس خارق عادت کے مریمؑ کو بلا مرد کے حمل ہوا۔ اور ابن مریمؑ بلا باپ کے پیدا ہوئے اور فوراً بولنے لگے۔

(۲۶) اور فانجیناہ واصحٰب السفینۃ وجعلناھا اٰیۃ للعالمین یعنے بجات دی ہمنے نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو طوفان سے اور اوس کشتی کو ہمنے تمام جہان کے لئے آیت بنایا۔ یہاں بھی آیت بمعنے کلام الٰہی نہیں جیساکہ ظاہر ہے۔

(۲۷) اور فانجاہ اللہ من النار ان فی ذلک لاٰیات لقوم یؤمنون یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ اونکو حق تعالیٰ نے آگ سے بچالیا اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں نشانیاں ہیں۔ ایمان والوں کے لئے۔ یہاں آیۃ سے مراد کلام الٰہی نہیں بلکہ معجزہ آگ کے برداً و سلاماً ہونے کا مراد ہے۔

(۲۸) اور لقد راٰی من اٰیات ربہ الکبریٰ۔ یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

227

(ح) شبِ معراج میں حق تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ یہاں بھی آیات قرآنی مراد نہیں کیونکہ شبِ معراج میں کوئی آیت نہیں اتری تھی نیز آیات قرآنی سننے کی یا پڑھنے کی چیزیں ہیں دیکھنے کی چیزیں نہیں۔ بلکہ مراد وہ چیزیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھیں جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں اور دیگر فرشتوں کو اور بہت سے عجائبات قدرت کو اور یہ سب خارقِ عادت ہیں جسکو معجزہ کہتے ہیں۔

(۲۹) اور وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ ترجمہ اگر کفار کوئی معجزہ (مثل شق القمر وغیرہ) دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں کہ یہ ختم ہوجانے والا جادو ہے یہاں بھی لفظ آیۃ سے آیت قرآنی مراد نہیں کیونکہ آیت قرآنی سننے اور پڑھنے کی چیز ہے دیکھنے کی چیز نہیں

(۳۰) اور لقد ترکناھا اٰیۃ فھل من مدکر ترجمہ۔ چھوڑ دیا ہم نے اوسکو (کشتی نوح کو) آیت پس ہے کوئی سمجھنے والا۔ یہاں بھی آیت بمعنے کلام الٰہی نہیں ہوسکتی کیونکہ کشتی کا کلام الٰہی ہونا کیا معنے بلکہ بمعنے معجزہ ہے کہ پہلے سے طوفان عام کی خبر دی گئی اور کشتی تیار کیگئی اور ہر حیوان کا ایک جوڑا اوسمیں رکھا گیا اور اتنے بڑے طوفان میں وہ محفوظ رہی یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ قرآن شریف میں ایسے موقع اور بھی ملیں گے جن میں لفظ آیۃ بمعنے معجزہ ہے مگر ہم تیس کی تعداد کو کافی سمجھکر اسی پر بس کرتے ہیں۔

ان آیات قرآنی میں سے کسی میں بھی لفظ آیۃ بمعنے کلام الٰہی نہیں لے سکتے جیساکہ ہم ہر ایک آیت کے تحت میں کہتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ بلا شک و شبہ بمعنے معجزہ ہے اور بطریق اثبات معجزہ ہے نہ کہ بطریق نفی اب ہمارے مخاطبین کو کوئی مفر نہیں اسکے سوا کہ معجزات کو قرآن سے ثابت مانیں اور اپنے اوس قول سے رجوع کریں کہ قرآن سے معجزات کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ نفی ہوتی ہے جس کی تائید میں اونھوں نے بزعم خود سات آیتیں پیش کی تھیں۔ جب ان تیس آیتوں سے معجزہ عملی کا ثبوت ہوا تو جو طریقہ تطبیق کا ہمارے مخاطبین نے آیات سبعۂ نافیہ

۲۲۸

(باقی آیندہ)

سمجھدار اور عقیل تھے نیز عقیل ؓ بن ابوطالب کی قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی اس لیئے آپ خاموش ہو گئے اور یہ شکایت عقیل ؓ بن ابی طالب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم لوگ میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو اور اپنی حیثیت اور ان کی شان پر غور کرو۔ واللہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے دروازہ پر اندھیرا نہ ہو اور یہ ابوبکر کا ہی دروازہ ہے جس پر نور ہے۔ قسم ہے خدا کی تم سب نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی تم نے میرے ساتھ بخل کیا۔ لیکن ابوبکر نے مجھ پر خرچ کیا تم نے مجھے بدنام کیا اور ابوبکر نے مجھے آرام دیا۔ اور تابعداری کی۔

(۱۷) بخاری نے عبداللہ بن ابی مُلیکہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت ابن زُبیر رضی اللہ عنہ کو دادا کی میراث کے متعلق استفتا لکھ کر بھیجا تو انہوں نے یہ جواب لکھا کہ اس شخص نے جسکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں اس امت میں سے کسیکو خلیل بناتا تو انہیں بناتا۔ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادا کا وہی حصہ قایم کیا ہے جو باپ کا ہے۔

(۱۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز پوچھا کہ آج تم سے کون شخص روزہ دار ہے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس شخص نے صدقہ دیا حضرت ابوبکر نے کہا میں نے حضرت نے دریافت فرمایا کہ آج تم میں سے کون شخص جنازہ میں شریک ہوا حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھلایا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے عرض کیا میں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ سب باتیں ایک دن میں جمع کرلے اس کے لئے جنت واجب ہے یا یہ فرمایا کہ وہ بخشدیا جائیگا اس حدیث کو انس اور عبدالرحمٰن بن بکر نے بھی بیان کیا ہے

اور ان کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(۱۹) ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑکر مجھ کو جنت کا دروازہ دکھلایا جس میں سے میری امت جائے گی اسپر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! میں اس بات کو دل سے دوست رکھتا ہوں کہ میں اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا۔ تاکہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھ لیتا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! خاطر جمع رکھو سب سے اول تم جنت میں داخل ہوگے۔

(۲۰) حمید بن انسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لیکر آئے اور کہا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عتیق بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) سے کہدیجئے کہ میں ان سے راضی ہوں۔

۱۵۲

(۲۱) ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے سہل بن سعد سے بھی ایک حدیث اس طرح کی منقول ہے۔

(۲۲) ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم میرے ساتھی ورفیق غار میں رہے ہو حوض کوثر پر بھی میرے رفیق وساتھی رہوگے۔ عبداللہ بن احمد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ابوبکرؓ غار میں میرے صاحب اور مونس تھے (اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں)

(۲۳) دارقطنی اور حاکم اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ میں تم کو ثلاثہ[ل] پر مقدم کروں سو اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا اور ابوبکرؓ کے مقدم کرنیکا حکم فرمایا۔

ل یعنی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم ۱۲

(۲۴) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا اور ان کو امام بنایا حالانکہ اسوقت میں حاضر تھا غائب نہ تھا تندرست تھا مریض نہ تھا اگر چاہتے تو مجھے امام بناتے لیکن مجھ کو نہ بنایا لہذا میں (اسی میں) راضی ہوں جس میں خدائے تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں۔

(۲۵) حاکم نے بروایت ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بجائے وزیر کے تھے اور آپ اپنے تمام کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ آپ کے اسلام میں ثانی اور غار میں آپ کے ثانی، عریش بدر میں آپ کے ثانی اور قبر میں آپ کے ثانی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ان کے اوپر مقدم نہ کرتے تھے۔

(۲۶) ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج جب میں آسمانوں پر گیا تو میں نے آسمانوں میں جگہ جگہ اپنا نام اور اپنے بعد ابوبکرؓ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ اس حدیث کے اسناد گو ضعیف ہیں لیکن ابن عباس، ابن عمر، انس، ابوسعید، ابو الدرداء کے اسناد کے ساتھ اسکو تقویت ہوگئی ہے اگرچہ یہ سب اسناد ضعیف ہیں۔ مگر ایک اسناد دوسری اسناد میں تقویت ضرور کرتی ہے۔

153

(۲۷) ابو یعلی نے بروایت حماد بن ابی سلیمان ابراہیم (نخعی) سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عمار بن یاسر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمار! ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے میں نے ان سے کہا اے جبرائیل عمر بن خطابؓ کے وہ فضائل جو آسمان میں (فرشتوں کے درمیان مشہور) ہیں بیان کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ سے عمرؓ کے فضائل اس مدت تک کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت میں رہے یعنی ساڑھے نو سو برس تک بیان کرتا رہوں پھر بھی ان کے فضائل ختم

نہوں گے باوجود اِس کے حضرت ابوبکر وہ مرتبہ ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائیگا۔ مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہیں کیا جائیگا۔

(۲۹) بخاری نے بروایت ابوعثمان عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات السلاسل میں مجھ کو سردار لشکر بنا کر بھیجا پھر میں جب وہاں سے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ پھر میں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا اِن کے والد (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پھر میں نے عرض کیا کہ ان کے بعد کون محبوب ہے آپ نے فرمایا کہ عمر رضؓ

(۳۰) ابن عساکر نے یعقوب انصاری کے والد بزرگوار سے روایت کی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں لوگ کثرت و ہجوم کی وجہ سے اڑبھکر بیٹھتے تھے کہ قلعہ کی دیوار کی مانند حلقہ ہوجاتا تھا مگر بایں ہمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نشست کی جگہ بافراغت اور کشادہ پڑی ہوتی تھی کوئی شخص طمع نہیں کرسکتا کہ آپ کی جگہ آکر بیٹھ جائے۔ جسوقت آپ تشریف لاتے تو اپنی جگہ بیٹھ جاتے اور اپنا چہرہ۔ اور روئے سخن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر لیتے اور لوگ سنا کرتے تھے۔

۱۵۴

(۳۱) ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مجھپر احسان نہیں میں نے سب کا احسان آتار دیا۔ مگر ابوبکر کا احسان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے روز دیں گے اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا۔

(۳۲) ابن ماجہ نے سالم بن عبید سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض (وفات) میں بیہوش ہو گئے تو (جب کسی قدر افاقہ ہوا) آپنے دریافت کیا کہ نماز کا وقت آ گیا؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں آپنے فرمایا

(باقی آئندہ)

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علیصاحب مدظلہ کے کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہو کہ خداوند عالم نے اِس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین۔ جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظیمہ بنایا ہو۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں اُمنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً حق و باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں اُن کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہو اور اُن کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپکے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہو مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہو ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی کی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہو کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کے واسطے از حد مفید ہوگا۔ بایں خیال حقیر نے ایک رسالہ موسومہ الابقاء بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائیٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کرے گا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے۔ امید ہو کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ ہے اور وی۔پی۔ کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ ادا کرنے پڑتے ہیں ؞

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں۔ دھلی